ہمارے پاس ایک عمدہ پریس اور ریڈیو سٹیشن ہونا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹؍جنوری ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۶﴾ (الانفال:۲۶)

اس کے بعد فرمایا:-

ایّام جلسہ مہمان نوازی کے ایّام ہیں اکرام ضیف کے ایّام ہیں پھر مہمان بھی وہ جو صرف ہم خدّام کے ہی مہمان نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس رسول کے عظیم روحانی فرزند کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل سے بڑی رحمت سے اہل ربوہ کو یہ توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ ان مہمانوں کی جیسا کہ چاہئے خدمت کریں اور جیسا کہ چاہئے اِکرامِ ضیف کریں۔ مہمان نوازی اور اِکرامِ ضیف کے سلسلہ میں جو کچھ ایامِ جلسہ میں ہوتا ہے اس کی مثال دُنیا میں ہمیں کہیں نہیں ملتی۔ اتنا بڑا اجتماع جو شہر کی آبادی سے بھی چھ سات گنا زیادہ ہوتا ہے اور اس لحاظ سے قریباً اوسط یہ بنتی ہے کہ جس گھر کے شیر خوار بچوں سمیت سات افراد ہیں بہت سارے گھرانے ایسے ہیں جن میں ان سات افرادِ خانہ کے مقابلہ میں چالیس، پچاس اور بعض دفعہ ساٹھ مہمان آجاتے ہیں۔ ایک دفعہ جب مَیں افسر جلسہ سالانہ تھا ایک رپورٹ میرے پاس آئی کہ ایک چھوٹا سا گھر ہے گھر والوں نے صرف ایک کمرہ مہمانوں کے لئے دیا ہے اور پچاس ساٹھ مہمانوں کا کھانا لینے آگئے ہیں حالانکہ اتنے مہمان تو اس کمرہ میں سما ہی نہیں سکتے جب رات کو معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جتنے مہمانوں کا کھانا انہوں نے لیا ہے اس سے

زیادہ مہمان اس کمرہ میں سمائے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے ہی ان مہمانوں کے لئے جگہ بناتے ہیں اور ان کے لئے سیری کا سامان پیدا کرتے ہیں اور ان کے آرام کا خیال بھی رکھتے ہیں اور ان کے اعزاز کا ماحول بھی پیدا کرتے ہیں۔ اہلِ ربوہ تو مُفت میں سارا ثواب مہمان نوازی کا لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بھی زیادہ رحمتوں کا انہیں وارث بنائے اور اللہ تعالیٰ اور بھی زیادہ خدمت ضیف اور اِکرامِ ضیف کی انہیں توفیق عطا کرے۔

ربوہ کا ماحول جس طرح جلسہ سالانہ کے ایّام میں ظاہری اور باطنی طور پر پاکیزہ اور مطہّر رہنا چاہئے اسی طرح سال کے دوسرے ایّام میں بھی ہمارے ماحول میں کسی قسم کی گندگی اور ناپاکی داخل نہیں ہونی چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ ربوہ کے مکینوں کی بڑی بھاری اکثریت اس کوشش میں ضرور لگی رہتی ہے کہ ان کا ماحول پاک رہے اور وہ یہ خواہش ضرور رکھتے ہیں کہ جس فضا میں وہ سانس لے رہے ہوں اور جس زمین پر ان کے قدم پڑ رہے ہوں وہ طہارت اور پاکیزگی رکھنے والی اور طہارت اور پاکیزگی اور برکت پہنچانے والی ہو لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ربوہ میں رہنے والوں میں سے بعض ان ذمّہ داریوں کا خیال نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر ڈالی ہیں اور جنہیں انہوں نے برضا و رغبت قبول کیا ہے کسی کے لئے یہ ضروری نہ تھا اور نہ اب ضروری ہے کہ وہ ربوہ میں ہی رہائش رکھے لیکن سارے ہی بظاہر اور ان میں سے بڑی بھاری اکثریت حقیقتاً بھی برضا و رغبت اور اس ذمّہ داری کو سمجھتے ہوئے اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہو کر ربوہ میں رہائش پذیر ہے۔ اہلِ ربوہ نے جو ذمّہ داری برضا و رغبت اپنے اُوپر لی ہے اگر ان میں سے ایک فیصد یا نصف فیصد یا چوتھائی فیصد ایسے گھرانے ہوں جنہیں اپنی ذمّہ داریوں کا یا تو علم نہ ہو یا اپنی ذمّہ داریاں نباہنے کی طرف انہیں توجہ نہ ہو تو اس کے نتیجہ میں انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم اس کو برداشت کر لیں گے۔

جو آیت میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض عذاب اور ابتلاء اور مصائب اور آفتیں دُنیا پر ایسی بھی نازل کی جاتی ہیں کہ ان کی لپیٹ میں صرف ظالم ہی نہیں آتا بلکہ وہ لوگ بھی آ جاتے ہیں جن کا بظاہر اس ظلم میں کوئی حصہ نہیں یعنی صرف ظالم کو وہ آفت یا بلاء یا عذاب نہیں پہنچتا بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ اصول تو ہمیں یہ بتایا

گیا تھا کہ

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام: ۱۶۵)

کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی لیکن چونکہ یہ دُنیا دارالابتلاء ہے دارالجزاء نہیں۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اس ابتلاء اور عذاب میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے۔ یہ ابتلاء اور عذاب ان لوگوں کو بھی پہنچے گا جو ظالم نہیں ہیں اور قرآن کریم کے متعلق یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی آیات باہم تضاد نہیں رکھتیں۔ لہٰذا ہمیں اس آیت کے ایسے معنی کرنے پڑیں گے جو کسی دوسری آیت سے ٹکراتے نہ ہوں ان کے متضاد نہ ہوں پس یہاں ایک معنی یہ ہوں گے کہ گو ظاہری طور پر وہ لوگ ظلم میں شامل نہیں لیکن باطنی طور پر وہ ظلم میں شامل ہیں اور وہ اس طرح کہ بعض ذمہ داریاں افراد سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ انفرادی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور بعض ذمہ داریوں کے بہت سے پہلو یا وہ ساری کی ساری اجتماعی رنگ رکھتی ہیں اور جو اجتماعی ذمّہ داریاں ہیں اگر وہ گروہ یا وہ خاندان جن کی وہ ذمہ داریاں ہیں بحیثیت مجموعی ان کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اِس کے نتیجہ میں اس گروہ یا خاندان کے بعض افراد ظالم بن جائیں تو سزا اور عذاب میں سارا خاندان ہی ملوّث ہو جائے گا۔ دُنیا کی نگاہ تو یہ دیکھے گی کہ ایک پندرہ سالہ بچے نے چوری کی مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ یہ دیکھتی ہے کہ اس کے ماں اور باپ بہن اور بھائیوں اور خاندان کے دوسرے بڑے رشتہ داروں پر جو یہ فرض تھا کہ وہ اس پندرہ سالہ معصوم بچے کی صحیح تربیت کریں وہ تربیت انہوں نے نہیں کی جس کے نتیجہ میں وہ چور بن گیا۔ پس دُنیا کا قانون تو صرف اس بچے کو سزا دے گا مگر اللہ کا قانون اُس دُنیا میں بھی اور اِس دُنیا میں بھی صرف اس بچے پر گرفت نہیں کرے گا جس نے چوری کی بلکہ ان پر بھی گرفت کرے گا جن پر اس کی صحیح تربیت کی ذمہ داری تھی لیکن انہوں نے اپنی یہ ذمہ داری ادا نہیں کی اگر وہ لوگ اس کی صحیح تربیت کی ذمہ داری کی طرف کماحقہ، متوجہ رہتے تو ان کا بچہ چور نہ بنتا اسی طرح اگر بعض خاندانوں کے بچوں کو گندی گالیاں دینے کی عادت ہے تو صرف ان بچوں پر گرفت نہیں کی جائے گی بلکہ ان کے ماں باپ اور دوسرے ذمہ دار رشتہ داروں پر بھی گرفت کی جائے گی جن پر یہ فرض تھا کہ اپنے قول، فعل اور نمونہ کے ساتھ اُن کی صحیح تربیت کرتے اگر اہل ربوہ میں

سے ایک آدھ ایسا نوجوان ہو جو نظامِ سلسلہ کا وہ احترام نہیں کرتا جو ہر احمدی کو کرنا چاہئے (اور احمدیوں کی بہت بھاری اکثریت یہ احترام کرتی ہے) تو اس صورت میں اگر اصلاح کی خاطر ربوہ سے باہر بھجوانے کا فیصلہ ہوا تو صرف بچہ کو ہی نہیں بلکہ اس کے ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی ربوہ سے باہر جانا ہوگا۔

دو تین سال ہوئے دو ایک نوجوانوں کو ان کی اصلاح کی غرض سے ربوہ سے باہر بھجوایا گیا تو وہ باہر یہ شور مچاتے رہے کہ ہمیں خواہ مخواہ ربوہ سے نکال دیا گیا ہے اور ان کے ماں باپ یہاں شور مچاتے رہے کہ ہمارے بچوں کو خواہ مخواہ ربوہ سے نکال دیا گیا ہے پس ہم ایسے کمزور ایمان والوں اور بُزدلوں سے دو جگہ کیوں شور مچوائیں وہ ایک ہی جگہ شور مچائیں بہتر تو یہ ہے کہ وہ یہاں رہیں اور اخلاص سے رہیں اور اگر یہاں سے جانا ہو تو سارا خاندان یہاں سے جائے صرف بچوں کو ہی باہر کیوں بھیجا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بچے ہیں جو ماں باپ ان کی صحیح تربیت نہیں کرتے وہ بڑے ہی ظالم ہیں۔ ظاہری آنکھ ان کے ظلم کو نہیں دیکھتی وہ صرف بچہ کی حرکت کو دیکھتی ہے وہ ایک بچہ کو کوئی چیز اُٹھاتے دیکھتی ہے وہ اسے آوارہ پھرتے دیکھتی ہے یا کان کسی بچہ کی زبان سے گندی گالیاں سُن رہے ہیں لیکن ایک مومن کی فراست اور خدائے علّام الغیوب کا علم ان ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے اندر بھی ظلم اور گند دیکھ رہا ہے جن پر اس کی تربیت میں حصہ لینا فرض تھا اور جن پر اللہ تعالیٰ کی غصہ کی نگاہ ہو جنہیں اللہ تعالیٰ گندہ اور ظالم پائے ان کو ہم عاجز بندے اصلاحی تدبیر کے بغیر کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے زیادہ تو کوئی بندہ کسی پر رحم نہیں کر سکتا ایک ہی ہستی ہے جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے اس کی رحمت نے مخلوق میں سے ہر شئے کا احاطہ کیا ہوا ہے اسے گھیرے میں لیا ہوا ہے کسی اور ہستی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا پھر جب وہ ہستی جو رحمت محض ہے اور جس نے اپنی رحمت اور پیار کے لئے ہی اپنے بندوں (انسانوں) کو پیدا کیا ہے کسی میں ظلم دیکھتی ہے جب وہ ہستی کسی میں ناپاکی اور گندگی پاتی ہے تو کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ چونکہ ہماری آنکھ نے صرف اولاد میں گند کو دیکھا تھا اور ان کے ماں باپ کی عدم توجہ

کو ہماری آنکھ نہیں دیکھ سکتی تھی ہماری ناقص عقل میں وہ نہیں آ سکا تھا۔ ہمارے کمزور علم میں وہ بات نہیں آئی تھی اِس لئے ہم ان پر گرفت نہیں کر سکتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ایسے ابتلاء ہوتے ہیں کہ صرف ظالم ہی ان کی گرفت میں نہیں آتے بلکہ تمہاری نگاہ جن کو ظالم نہیں سمجھتی وہ بھی اس کی گرفت میں آجاتے ہیں اور آنے چاہئیں اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری: کتاب النکاح) اِس حدیث میں مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ کے محض یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان پر گرفت کرے گا اور ان سے جواب طلب کرے گا کہ تم کیا کرتے ہو بلکہ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہیں (مثلاً نظامِ جماعت اور خلیفۂ وقت) وہ بھی اللہ تعالیٰ کی سُنت پر عمل کرتے ہوئے اور اس کے اس خُلق کو اپنے اندر پیدا کرتے ہوئے جواب طلبی کریں گے ان کے سامنے بھی تم مسئول ہو اور تم سے جواب طلبی کی جائے گی۔

پہلے ایک آدھ خاندان میں بُرائی ہوتی ہے یا ایک آدھ بُرائی ہوتی ہے اگر ساری قوم یا قصبہ اور شہر کے سارے مکین اس کو دیکھ کر اس سے بیزاری کا اعلان نہ کریں اور نفرت کا مظاہرہ نہ کریں تو آہستہ آہستہ اس بُرائی کی بھیانک اور مکروہ شکل اور اس کی ناپاکی نگاہ سے مخفی ہو جاتی ہے اور پھر اور لوگ بھی اس میں ملوّث ہو جاتے ہیں۔ پس ربوہ میں کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جس میں اس قسم کی ناپاکیاں اور بدیاں اور گند پائے جاتے ہوں اور اگر کوئی ایسا گھرانہ ہوا تو صرف ان معصوم بچوں کو ہی جن پر آپ نے ظلم کیا ہے ربوہ سے باہر نہیں بھیجا جائے گا بلکہ آپ ظالموں یعنی ماں باپ کو بھی ساتھ ہی یہاں سے روانہ کیا جائے گا۔ اس لئے تم اپنی اور اپنے گھر کی فکر کرو۔ ہم بہرحال ربوہ کی پاکیزگی اور اس کے اچھے نام پر کوئی داغ نہیں لگنے دیں گے۔ انشاء اللہ۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے ربوہ میں رہنے والوں کی بڑی بھاری اکثریت ایسی ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز اُن کی قیمت نہیں ٹھہر سکتی اگر دُنیا کے سارے ہیرے اور جواہر بھی اکٹھے کئے جائیں تو ہمارے ایک آدمی کی ان سے زیادہ قیمت ہے لیکن ایک بدصورت

اور بے قیمت پتھر کو ہم ان جواہرات میں شامل نہیں رکھ سکتے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی وقت ضرورت پڑی تو سارا ربوہ (ظاہری طاقت کا استعمال مراد نہیں) نفرت کا اس رنگ میں اظہار کرے گا کہ پھر ایسے خاندان کو یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔

احمدی مسلمان ایک عجیب قوم ہے جو اللہ تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کے لئے پیدا کی ہے لیکن جیسا کہ سُنّتِ الٰہی ہے۔ الٰہی سلسلوں کے ساتھ نفاق لگا رہتا ہے اسی طرح کمزوریٔ ایمان بھی ساتھ لگی ہوئی ہے جہاں تک کمزوری ایمان کا سوال ہے یہ نہ تو بھیانک ہے اور نہ ہمیں اس کی اس لحاظ سے کوئی فکر ہے کہ جماعت میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے گی گو ہمیں اس لحاظ سے فکر ہے کہ کمزور ایمان والوں کی تربیت ہونی چاہئے کمزوریٔ ایمان اعتقادی ہو یا عملی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ ہم نے ایک شخص کی صحیح تربیت نہیں کی۔ نئے نئے لوگ جو باہر سے آ کر جماعت میں شامل ہوتے ہیں یا جو جماعت میں پیدا ہوتے ہیں وہ تربیت کے محتاج ہوتے ہیں اگر ان کی تربیت ہو جائے (اور ضرور ہونی چاہیئے) تو جو حالت زید کی مثلاً احمدیت میں داخل ہونے سے دس سال کے بعد ہوئی ہے وہی حالت آج آنے والوں کی دس سال کے بعد ہو جائے گی۔ نئے آنے والے جو ہمیں کمزور ایمان نظر آتے ہیں دس سال کے بعد ان کے ایمان پختہ ہو جائیں گے کیونکہ ہر چیز کی پختگی وقت کا مطالبہ کرتی ہے مثلاً اگر ہم نے صحن میں مٹی ڈال کر اس پر اینٹیں لگانی ہوں تو مٹی ڈالنے کے بعد ''کوٹائی'' کرنی پڑتی ہے یہ نہیں کہ ایک مزدور مٹی ڈالتا جائے اور ساتھ ساتھ ایک معمار فرش لگاتا جائے بعض دفعہ لوگ اس قسم کی غلطی کر جاتے ہیں اس لئے ان کو بعد میں تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اینٹیں بیٹھ جاتی ہیں۔ اس فرش کو پختہ شکل کرنے کے لئے اور اسے اس بوجھ کو سنبھالنے کے قابل بنانے کے لئے جو اس پر اینٹوں کا اور چلنے والوں کا پڑنا ہے وقت کی ضرورت ہوتی ہے اگر فوری طور پر آپ نے مُگدر سے ''کوٹائی'' کر دی تو شاید وہ فرش ایک دن میں پختہ ہو جائے لیکن اگر آپ نے اسے اپنے قدموں یا اپنے خاندان کے لوگوں، مہمانوں اور دوستوں کے قدموں کی ''کوٹائی'' پر چھوڑا تو پندرہ بیس دن یا ایک مہینہ لگ جائے گا۔ قدموں کے دباؤ کی وجہ سے آہستہ آہستہ مٹی بیٹھ جائے گی یہ ایک چھوٹی سی مثال میں نے دی ہے لیکن ہر چیز اس دُنیا میں اپنی پختگی کے لئے وقت کی

محتاج ہے اور وہ وقت کا مطالبہ کرتی ہے آم کے درخت کو لے لو وہ ایک وقت کے بعد پھل لاتا ہے۔

ایک احمدی بچہ ایک وقت کے بعد اطفال الاحمدیہ سے نکل کر خدام الاحمدیہ میں داخل ہوتا ہے ایک حافظ قرآن جب قرآن کریم حفظ کرنے لگتا ہے تو اسے پہلے چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جاتی ہیں (پتہ نہیں اب بھی یہی طریق ہے یا نہیں) اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا چھوٹی چھوٹی سورتیں جلدی یاد ہونی شروع ہو جائیں اور پھر بڑی سورتوں کی طرف اسے لایا جائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر پختگی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ اپنے حافظہ پر زیادہ بھروسہ کرتے ہوئے اور خود اعتمادی کے ساتھ قرآن کریم یاد کرتا چلا جاتا ہے۔ غرض کمزوریٔ ایمان جو احمدیت میں نئے نئے داخل ہونے یا احمدیت میں پیدائش کے نتیجہ میں ہمیں نظر آتی ہے وہ ہم سے تربیت کا مطالبہ کرتی ہے لیکن نفاق ہم سے بیدار اور چوکس رہنے کا مطالبہ کرتا ہے اور چونکہ دُنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے، زبردست کمزور پر حملہ آور ہوتا ہے اس لئے نفاق کو یا منافق کو اگر موقع مل جائے تو وہ وہاں حملہ کرے گا جہاں اسے کمزوری نظر آئے گی ایک منافق مثلاً امیر جماعت احمدیہ سرگودھا کے پاس جا کر ان کے ایمان پر حملہ نہیں کرے گا بلکہ چک نمبر ۳۵ میں جو ایک نیا نیا احمدی ہوا ہے وہ اس کے پاس جائے گا اور اس پر حملہ آور ہوگا۔

وہ کمزوریٔ ایمان جو احمدیت میں نئے نئے داخل ہونے کی وجہ سے یا احمدیت میں پیدائش کے نتیجہ میں نظر آتی ہے ہم نے اس کی دو طرح حفاظت کرنی ہے ایک تو ہم ایسے کمزور ایمان والے کو نفاق کے حملہ سے بچا کر اس کی حفاظت کریں گے اور دوسرے آہستہ آہستہ اس کی تربیت کر کے اس کی حفاظت کریں گے ایسے کمزور ایمان والے ربوہ میں بھی ہوتے ہیں باہر سے بعض کمزور لوگ آ جاتے ہیں اور ربوہ میں آ کر آباد ہو جاتے ہیں ان میں سے بعض کا تو نظارت امور عامہ کو بھی پتہ نہیں لگتا۔ بعض دفعہ بعض نئے احمدی اپنے علاقہ سے گھبرا جاتے ہیں یا انہیں یہاں سہولت ہوتی ہے اس لئے وہ یہاں آ کر آباد ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی تربیت کی طرف بھی پوری توجہ دینی چاہئے لیکن اگر یہاں آنے سے قبل ان کی تربیت کچھ اِس قسم کی ہو کہ ہمیں یہ خطرہ پیدا ہو کہ ربوہ کے مکینوں کے بچوں پر ان کے بچوں کا بُرا اثر پڑے گا تو پھر صرف

ان کے بچے ہی اپنی جگہ پر واپس نہیں بھیجے جائیں گے بلکہ ہم سارے خاندان کو ہی واپس بھیج دیں گے اور ہمارا یہ فعل بغیر کسی غصہ کے ہوگا کیونکہ ابھی ان کی تربیت نہیں ہوئی لیکن اگر کہیں نفاق اس قسم کا گند پیدا کرے گا تو پھر ہماری طبیعتوں میں غصہ پیدا ہونا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے حکم کے ماتحت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں جو میں نے شروع میں پڑھی ہے یہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الانفال:۲۶) اِس آیتِ کریمہ میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ گو میرے بندے بھی تم پر گرفت کریں گے لیکن میرے بندوں کی گرفت میری گرفت کے مقابلہ میں بہت ہلکی ہوگی خواہ وہ کتنی ہی سخت گرفت کیوں نہ کریں میری گرفت بہرحال ان سے زیادہ ہے کیونکہ میں سب طاقتوں والا ہوں اور میرا عِقاب بندوں کے عِقاب سے بہرحال شدید ہے۔ پس یہاں ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے تمہیں بھی اصلاحی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ اس کو دُنیا سزا کہتی ہے لیکن ہم اسے اصلاحی تدابیر کہتے ہیں کیونکہ کسی انسان یا کسی مخلوق سے ہماری دُشمنی نہیں سزا کا لفظ بھی ہمیں بُرا لگتا ہے بہرحال الٰہی سنّت کے مطابق ہمیں بھی اصلاحی تدابیر کرنی پڑیں گی۔ اور لفظِ عِقابؔ میں بھی یہی بات ہے کہ تم نے جو کام کیا اس کا بدلہ تمہیں مل رہا ہے لیکن اس کی ذمہ داری نہ اللہ کے بندہ پر ہوتی ہے نہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو رحمت کے لئے پیدا کیا ہے اور بڑا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو پیدا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے ہوا تھا لیکن حاصل کی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی خفگی اور ناراضگی اور غصہ اور عقاب اور عذاب اور سزا۔

اس آیت سے آگے دوسری آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور پھر فرمایا ہے کہ اگر تم اس فتنہ سے بچ جاؤ گے تو جو اجر مَیں تمہیں دوں گا وہ بہت بڑا اجر ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ اس دُنیا میں بھی میرے بندوں کے ذریعہ تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اس اجر پر تم خوش ہوگے لیکن یہ اجر میرے اجر کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ گویا دونوں چیزیں جزا اور سزا ان آیات میں بیان ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرکز میں رہنے والوں کو بھی ان آیات میں مخاطب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ الٰہی سلسلہ جاری ہوا اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق دی۔ لوگوں نے تمہاری بڑی مخالفت کی اور اس

مخالفت سے بچنے کے لئے ہم نے یہ انتظام کیا کہ ایک مرکز قائم کر دیا (فَاٰوٰکُمۡ) اور اس مرکز کے قیام کے ساتھ اَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ ہم نے اپنی آسمانی تائیدات سے تمہاری مدد کی اور وَرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (الانفال۔۲۷) تمہارے لئے دُنیوی فوائد کا سامان کیا۔

الٰہی سلسلے (اسلام کے اندر بھی) جب بھی قائم ہوتے ہوئے اور اسلام بحیثیت مجموعی بھی پناہ کی جگہ بھی ہوتے ہیں اور پناہ کا سبب اور ذریعہ بھی ہوتے ہیں اب ہمارے پاس یہاں ہر طرف سے اطلاع آتی ہے اگر یہاں سے سات سَو میل دُور کوئی ایسا واقعہ ہو جائے جو اپنے حالات کے مطابق یہ مطالبہ کرے کہ ان لوگوں کو پناہ ملے تو فوراً ہمارا آدمی یہاں سے روانہ ہو جاتا ہے۔ پس مرکز پناہ کی جگہ بھی ہے اور پناہ کا موجب بھی ہے اور پھر مرکز الٰہی تائیدات اور آسمانی نشانوں کو جذب کرنے کا ایک مرکزی نقطہ بھی ہے کیونکہ یہاں خلیفۂ وقت ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس آدمی کی دعائیں پہنچیں گی جس پر اُس نے ذمہ واری ڈالی ہے وہ خدا سے کہے گا کہ میں ایک عاجز انسان ہوں مجھ میں کوئی طاقت نہیں ہے مجھ میں کوئی ہنر نہیں ہے مجھ میں کوئی علم نہیں ہے میرے پاس کوئی سیاسی اقتدار نہیں ہے اور ساری جماعت کی ذمہ واری اے میرے رب! تو نے مجھ پر ڈال دی ہے اگر تیری مدد میرے شاملِ حال نہ ہو تو مَیں تو کچھ نہیں کر سکتا جب اس رنگ کی دُعا دوسرے سب دوستوں کی دُعاؤں کے ساتھ مل کر آسمان پر پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے اور جماعت کے لئے حفاظت اور امن اور بہتری اور خوشحالی کے سامان پیدا کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے طیّبات کا سامان پیدا کیا ہے اب اس کے لئے بھی مرکز ہی مرکزی نقطہ ہے کیونکہ مثلاً اگر سرگودھا میں ہمارا ایک ذہین طالب علم، گجرات میں ہمارا ایک ذہین طالب علم، سندھ میں ہمارا ایک ذہین طالب علم، کراچی میں ہمارا ایک ذہین طالب علم، پشاور میں ہمارا ایک ذہین طالب علم یا مشرقی پاکستان میں ہمارا ایک ذہین طالب علم اپنے گھر کے حالات کے لحاظ سے باوجود انتہائی طور پر ذہین ہونے کے ترقی نہیں کر سکتا تو وہ مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے اور مرکز کی طرف سے اس کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے اور اس طرح سارے خاندان کی خوشحالی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مرکز میں

رہنے والو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے کتنا نوازا ہے کہ اس نے تمہیں امن عطا کیا اور دوسروں کے امن کا ذریعہ تمہیں بنایا اور وہ تمہیں آسمانی نشانات دکھاتا ہے مرکز میں رہنے والے (اگر ان کی آنکھیں ہوں) تو سب سے زیادہ نشانات دیکھتے ہیں اور اِلّا ماشاء اللّٰہ ان کی آنکھیں ہیں۔ ہاں ایک منافق کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا بہرحال مرکز میں رہنے والے بہت سی تائیداتِ سماویہ ملاحظہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسروں کو نشاناتِ سماویہ دکھانے کا بھی ذریعہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے تمہارے لئے چاروں طرف رزق کے سامان پیدا کر دیئے ہیں میں نے تمہاری دُنیوی اور اخروی خوشحالی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور تمہاری وجہ سے اور تمہاری قربانیوں اور ایثار کے نتیجہ میں ہم دوسروں کے لئے بھی خوشحالی کا سامان پیدا کرتے ہیں غرض تم پر مرکز میں رہنے کی وجہ سے بہت زیادہ فضل ہوتے ہیں اور اس نسبت سے تمہاری ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں۔ پس تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور نفرت اور بیزاری کی صفات کے بعض جلووں میں وہ لوگ بھی آ جاتے ہیں جو بظاہر ظالم نہیں ہوتے لیکن اس ظلم کی جسے دُنیا کی آنکھ نہیں دیکھتی آخری ذمہ داری ان لوگوں پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو علّام الغیوب ہے بظاہر ظالم نظر آنے والے کی نسبت حقیقتاً ظالم بنانے والے سے زیادہ نفرت کرتا ہے۔ غرض تم دوسروں کو ظالم نہ بناؤ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور راعی کی حیثیت سے اپنے ماحول میں ایسے حالات پیدا کرو کہ وہ جو تمہاری رعیت ہیں وہ پختگی ایمان اور اعمال صالحہ پر اچھی طرح قائم رہیں اور وہ جماعت کی ذمہ داری اور مرکزِ سلسلہ کی ذمہ داری کو نباہنے والے ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے غصہ کی لپیٹ میں صرف وہی نہیں آئیں گے بلکہ اُن کے ساتھ تم جو حقیقتاً ظالم ہو (گو تم بظاہر ظالم نظر نہیں آتے) زیادہ اس عذاب اور اس سزا کی لپیٹ میں آ ؤ گے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ تم پر زیادہ بھڑکے گا۔

پس اہل ربوہ کو اپنی اونگھ اور نیند سے بیدار ہو جانا چاہئے۔ کوئی ایسی ماں اور کوئی ایسا باپ یہاں نہیں رہ سکتا جو اپنے بچوں کو صحیح تربیت کی ذمہ داری اُٹھانے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ہم اس ماحول کو گندہ اور ناپاک نہیں دیکھنا چاہتے۔ ظاہری صفائی کے متعلق تو ہم یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلّی دے لیا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس دُنیوی اموال نہیں اس لئے ظاہری صفائی اس

قدر نہیں ہوسکتی جتنی ہونی چاہئے گو یہ خیال بھی بہت حد تک خام ہے لیکن بہرحال ہم اپنے دلوں کو یہ کہہ کر تسلّی دے لیا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ظاہری اموال نہیں ہیں اس لئے ہم ظاہری صفائی کو اس حد تک نہیں رکھ سکتے گو ہمیں اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے لیکن باطنی صفائی کے متعلق نہ تو کوئی بہانہ ہمارے پاس ہے اور نہ کوئی سمجھدار شخص اس بہانہ کو قبول کرے گا اور مَیں تو یہی کہوں گا کہ تم ظاہری صفائی کا بھی اتنا خیال رکھو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خواہش اور ہمارے رب کریم کا کوئی ارشاد ہمیں کبھی نہ بھولے اور جس قدر ممکن ہو ہم ظاہری صفائی سے تعلق رکھنے والے تمام احکام کو بجالانے والے ہوں اور وہ بیسیوں احکام ہیں لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم باطنی صفائی کی طرف توجہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک نظام کو قائم کیا ہے اور اس لئے قائم کیا ہے کہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرے اس لئے قائم کیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قائم اور پختہ کرے اور اس نے ہم پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ اگر ہمارے اس ماحول میں یعنی مرکزی ماحول میں کسی منافق کا فتنہ اِس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اُس پر گرفت ہونی چاہئے۔ تو ہم اس کو پکڑیں گے اگر کوئی کمزور ایمان والا یا کوئی منافق طبیعت والا یہ سمجھتا ہو کہ مَیں آسانی سے نظامِ سلسلہ کی بغاوت بھی کرسکتا ہوں اور مَیں کسی کی گرفت میں بھی نہیں آؤں گا تو وہ بڑا بیوقوف ہے کیونکہ سب سے بڑی گرفت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس سے وہ بچ نہیں سکتا جو مرضی ہے وہ کرے خواہ وہ دُنیا اور شیطان کی ساری طاقتیں اپنے لئے جمع کرے وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیسے بچ سکتا ہے پھر اس کے بندے جنہیں اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں مخاطب کرتا ہے کہ مجھ سے ڈرو اور دُنیا کی کسی اور چیز سے نہ ڈرو وہ کسی اور سے کیسے ڈریں گے اور ان کی گرفت سے اس قسم کا آدمی کیسے بچ جائے گا لیکن جو شخص شیطان کا مرید ہوتا ہے وہ احمق بھی بڑا ہوتا ہے اس لئے اپنی حماقت اور اپنی سفاہت کے نتیجہ میں بعض منافق طبع لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ جو مرضی ہے کرتے رہیں انہیں کوئی پوچھے گا نہیں۔ فرض کرلو اگر کوئی آدمی نہ بھی پوچھ سکے تو خدا تو پوچھنے والا ہے اس کے غصہ اور اس کی گرفت اور اس کے قہر سے ایسا آدمی کس طرح بچ جائے گا لیکن یہ بھی شیطانی سفاہت ہے اور قرآن کریم نے اس کو

حماقت اور سفاہت کہا ہے کہ خدا تعالیٰ کے بندے اس کو نہیں پوچھیں گے دُنیا میں کسی کے گھر میں کوئی ایسا انسان نہیں پیدا ہوا کہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بالا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں کوئی بچہ ایسا نہیں پیدا ہوا جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بالا ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی نسل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی تھی کہ وہ سلسلہ کے انتہائی خادم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی عملی خدمت اور ان کے خدمت کے جذبات کو دیکھ کر انہیں قوم کا سردار بنا دے گا اور گو اللہ تعالیٰ انہیں قوم کا سردار بنائے گا لیکن وہ اس حقیقت کو نہیں بھولیں گے کہ سردار کہتے ہی اُسے ہیں جو قوم کا خادم ہو آپ دوست جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگ بھائی مکرم مولوی محمد یعقوب خان صاحب جنہوں نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے بیعت کی ہے جلسہ سالانہ پر آئے تھے۔ اُن کے ساتھ ان کا ایک بچہ (کیپٹن عبدالسلام خان صاحب) بھی تھا اس وقت تک اُنہوں نے بیعت نہیں کی تھی جلسہ سالانہ کے بعد اُنہوں نے بھی بیعت کر لی ہے اور اب اطلاع آئی ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی بیوی نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اس وقت تک مکرم مولوی یعقوب خان صاحب، ان کی بیوی اور ان کے دو بچوں نے بیعت کر لی ہے ایک بچے نے ابھی تک بیعت نہیں کی عبدالسلام خان صاحب کا خط آیا ہے کہ مَیں نے ان سے بڑی لمبی باتیں کی ہیں وہ ساری باتیں مانتا ہے لیکن اس کے دُنیوی تعلقات کچھ اِس قسم کے ہیں کہ وہ ابھی بیعت کرنے سے گھبراتا ہے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی بیعت کرنے کی توفیق عطا کرے تا سارا خاندان اکٹھا ہو جائے۔

محترم مولوی محمد یعقوب خان صاحب اور ان کے دو صاحبزادوں نے پہلی دفعہ ہمارا جلسہ سالانہ دیکھا تھا پہلی دفعہ انہوں نے اس فضا میں سانس لیا لوگوں کے چہروں پر ایمان کی شادابی دیکھی مجھ سے ملے احباب جماعت کے لئے جو میرے جذبات ہیں اُن کو محسوس کیا تو جلسہ کے بعد عبدالسلام خان صاحب مجھے ملے ان سے رہا نہ گیا وہ کہنے لگے کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ گدّی بنالی ہے (یہ الفاظ تو میرے ہیں لیکن ان کے دماغ میں یہی تھا کہ غیر مبائع اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے گدّی بنا لی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ گدّی بنا لی ہے۔ گدّی بنا لی ہے) لیکن میں نے یہاں آ کر جو دیکھا ہے اور خلافت کی

ذمہ داریاں جو مَیں نے محسوس کی ہیں مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بڑا ہی احمق ہوگا وہ شخص جو خلافت کی خواہش کرے اور یہ ایک حقیقت ہے کون اپنے آپ کو چوبیس گھنٹے کی ذمہ داریوں میں جکڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہے لیکن معترض تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں سمجھدار لوگ یا جب کسی کو اللہ تعالیٰ سمجھ دے دیتا ہے تو وہ حقیقت کو پا لیتے ہیں۔

پس یہ سمجھنا کہ خلیفۂ وقت اللہ کے سوا کسی اور کے خوف سے دب جائے گا اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے جسم کے اعضاء بھی سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتے وہ اپنے متعلق یہ کیسے سمجھ سکتا ہے یا سوچ سکتا ہے کہ کبھی وہ کوئی کمزوری اس سلسلہ میں دکھا سکتا ہے جس نے غیر اللہ سے ایک دمڑی کے ہزارویں حصہ کی بھی کوئی چیز نہ لی ہو اور جس نے ہر چیز صرف اپنے مولیٰ سے حاصل کی ہو اور مولیٰ کی عنایتیں اس پر اتنی ہوں کہ انسانی دماغ ان کا احاطہ نہ کر سکے وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ ہی کس طرح ہوسکتا ہے جو ایسا خیال کرتا ہے اس سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور جاہل اور کم علم کوئی ہو ہی نہیں سکتا یہ مختلف صفات جو میں نے بیان کی ہیں یہ مختلف گروہوں کی وجہ سے ہیں کہ بعض لوگ نفاق کی وجہ سے، بعض عدم علم کی وجہ سے اور بعض جہالت کی وجہ سے اس قسم کا خیال کرتے ہیں۔

اب ہمارے اُوپر بڑی ذمہ داریاں پڑ رہی ہیں میرے ذہن میں پہلے بھی خیال آیا تھا لیکن اب جو مجھے نظر آ رہا ہے، دُنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم پر بڑی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں اس لئے ہمیں اپنی کمر کس لینی چاہئے یعنی ہر لحاظ سے ہمیں اپنے آپ کو تیار کر لینا چاہئے اور چوکس ہو جانا چاہئے پہلے ہم بعض چیزوں کو نظر انداز کر جاتے تھے اور دُعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس گند کو دُور کر دے لیکن اب شاید وقت آ گیا ہے کہ ہم اس گند کے دور ہونے کے لئے دُعائیں تو کرتے رہیں اور یہ تو ہماری ذمہ داری ہے اس سے تو کوئی شخص یا کوئی خاندان محروم نہیں ہوگا لیکن پہلے وہ ربوہ میں رہتے ہوئے ہماری دُعائیں لیتا تھا اور اب وہ ربوہ سے باہر رہائش اختیار کر کے ہماری دُعائیں لے گا وہ ربوہ میں نہیں رہ سکے گا۔ ربوہ میں وہی رہے گا جو ہر لحاظ سے کوشش کر رہا ہوگا کہ مَیں اپنے خاندان کو اور اپنے ماحول کو ظاہر و باطن میں صاف ستھرا اور پاک اور مطہّر رکھوں گا۔ جس کا اس طرف خیال نہیں ہوگا، جو

اپنی یہ ذمہ داری نہیں سمجھے گا۔ (اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے اور اس کے ایمان کو پختہ کرے) وہ جہاں بھی رہے، رہے، ربوہ میں وہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان کے نباہنے کی توفیق عطا کرے۔

دو باتیں اور ہیں جن کے متعلق مَیں دُعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ جلسہ سالانہ سے کچھ روز پہلے (کوئی القاء اور خواب کی صورت نہیں ویسے) بڑے زور سے میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا گیا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دو چیزیں ہمارے پاس اپنی ہوں۔ ایک تو ہمارے پاس ایک بہت اچھا پریس ہو اور اللہ تعالیٰ جب کوئی خیال پیدا کرتا ہے تو اس کی ساری چیز روشن ہو کر سامنے آ جاتی ہے اس لئے جب میرے دل میں خیال آیا تو اس کے ساتھ ہی میرے دماغ میں آیا کہ اس اچھے پریس کے لئے ہمیں پانچ دس لاکھ روپیہ کی ضرورت ہو گی ساتھ ہی میری طبیعت مطمئن ہو گئی کہ ٹھیک ہے گو پانچ یا دس لاکھ روپیہ ایک غریب جماعت کے لئے بڑا خرچ ہے لیکن اس طریق پر اس کا انتظام ہو جائے گا اس وقت پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہماری توجہ ہی بہت سے کاموں کی طرف نہیں جاتی کیونکہ روکیں سامنے ہوتی ہیں اور جن کے سپرد یہ کام ہیں وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکتے دوسرے جن کاموں کی طرف توجہ ہوتی ہے ان میں سے بھی بہت سے کام چھوڑنے پڑتے ہیں یا ان میں تاخیر کرنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت قرآن کریم کا فرانسیسی ترجمہ تیار ہے ہمارا قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تفصیلی نوٹوں کے ساتھ ایک نئی جلد میں جیسا کہ جلسہ سالانہ پر اعلان ہوا تھا تیار ہو گیا ہے اور دوستوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ اس وقت فرانسیسی ترجمہ بھی تیار ہے لیکن دفتر سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے رپورٹ دی کہ بات یہ ہے کہ ہمارا خیال تھا ہم نے لاہور کے جس پریس سے انگریزی ترجمہ قرآن کریم کا طبع کروایا ہے اس پریس سے یا کسی اور اچھے پریس سے فرانسیسی ترجمہ بھی طبع کروالیں گے چنانچہ اُن سے خط و کتابت یا گفت شنید ہو رہی تھی لیکن اب انہوں نے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم یہ ترجمہ طبع نہیں کر سکتے مجھے خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کسی متعصب گروہ کا ان پر دباؤ ہو اور اس سے مجھے بڑا دُکھ ہوا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کی اشاعت میں بھی تعصب آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم کرے لیکن بعد میں میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بات

نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ فرانسیسی زبان کے بہت سے حروف کی شکل انگریزی حروف کی شکل سے مختلف ہے اور یہ حروف تیار کر کے نہیں دے سکتے۔ اِس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر ہمارے پاس بعض اوقات مثلاً افریقہ کے کسی ملک سے مانگ آ جاتی ہے کہ ہمیں سادہ قرآن کریم (بغیر ترجمہ کے) کے بیس ہزار نسخے اگلے تین ماہ کے اندر دے دو اور کچھ عرصہ پہلے ہمیں ایک ملک سے بارہ یا پندرہ ہزار سادہ قرآن کریم کے نسخوں کا آرڈر ملا اور تحریک جدید کو انکار کرنا پڑا کہ ہمارے پاس موجود نہیں اگر ہمارا اپنا پریس ہو تو اگر اور جب کوئی آرڈر آئے وہ آرڈر تو شاید پندرہ یا بیس یا پچیس ہزار کا ہوگا مگر ایک لاکھ نسخے ہمارے پاس تیار موجود ہوں گے یا ہم اس قابل ہوں گے کہ چند دنوں کے اندر اتنے نسخے شائع کر دیں۔ غرض ہم بہت سارے کام کر سکتے ہیں اور پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہم اِس طرف خیال نہیں کرتے ہمارے نزدیک ترجیح مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کو ہے کیونکہ صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیری نوٹ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر مسلم دُنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم سے باہر نہیں مل سکتے اِس لئے ہم ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

پس اگر اپنا پریس ہوگا تو قرآن کریم سادہ یعنی قرآن کریم کا متن بھی ہم شائع کر لیا کریں گے اس کی اشاعت کا بھی تو ہمیں بڑا شوق اور جنون ہے یہ بات کرتے ہوئے بھی مَیں اپنے آپ کو جذباتی محسوس کر رہا ہوں ہمارا دل تو چاہتا ہے کہ ہم دُنیا کے ہر گھر میں قرآن کریم کا متن پہنچا دیں اللہ تعالیٰ آپ ہی اس میں برکت ڈالے گا تو پھر بہتوں کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہم یہ زبان سیکھیں یا اس کا ترجمہ سیکھیں پھر اَور بھی بہت سارے کام ہیں جو ہم صرف اِس وجہ سے نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس پریس نہیں لیکن میرے دل میں جو شوق پیدا کیا گیا ہے اور جو خواہش پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سارے پاکستان میں اس جیسا اچھا پریس کوئی نہ ہو اور پھر اس پریس کو اپنی عمارت کے لحاظ سے اور دوسری چیزوں کا خیال رکھ کر اچھا رکھا جائے۔ عمارت کو ڈسٹ پروف (DUST PROOF) بنایا جائے تا ہم ایک دفعہ دُنیا میں اپنی کتب کی اشاعت کر جائیں۔

دوسرے پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں کتابیں مہنگی پڑتی ہیں اگر اپنا پریس ہوگا اور اس کو بہر حال نفع کے اصول پر نہیں چلایا جائے گا بلکہ اسے ضرورت پورا کرنے کے اصول پر چلایا جائے گا تو جو کتاب مثلاً قرآن کریم کی ایک جلد اس وقت ہمیں اگر تیس روپے میں پڑتی ہے تو ممکن ہے کہ پھر وہ بیس روپے میں یا پچیس روپے میں پڑ جائے اور جتنی اس کی قیمت کم ہوگی اتنی اس کی اشاعت زیادہ ہوگی یہ اقتصادیات کا ایک اصول ہے پس دُعا کریں کہ جس ربّ نے جو علّام الغیوب ہے دُنیا کی ضرورتوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اور ان کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی ہے وہی اپنے فضل سے اس خواہش کو پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کرے۔

دوسری خواہش جو بڑے زور سے میرے دل میں پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ایک طاقتور ٹرانسمٹنگ اسٹیشن (TRANSMITTING STATION) دُنیا کے کسی ملک میں جماعت احمدیہ کا اپنا ہو اس ٹرانسمٹنگ اسٹیشن کو بہر حال مختلف مدارج میں سے گزرنا پڑے گا لیکن جب وہ اپنے انتہاء کو پہنچے تو اس وقت جتنا طاقتور رُوس کا شارٹ ویو اسٹیشن (SHART WAVE STATION) ہے جو ساری دُنیا میں اشتراکیت اور کمیونزم کا پرچار کر رہا ہے اس سے زیادہ طاقتور اسٹیشن وہ ہو جو خدا کے نام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دُنیا میں پھیلانے والا ہو اور چوبیس گھنٹے اپنا یہ کام کر رہا ہو اس کے متعلق میں نے سوچا کہ امریکہ میں تو ہم آج بھی ایک ایسا اسٹیشن قائم کر سکتے ہیں وہاں کوئی پابندی نہیں ہے جس طرح آپ ریڈیو ریسیونگ سیٹ (RADIO RECEIVING SET) کا لائسنس لیتے ہیں اسی طرح آپ براڈ کاسٹ (BROAD CAST) کرنے کا لائسنس لے لیں وہ آپ کو ایک فری کوئنسی (FREQUENCY) دے دیں گے اور آپ وہاں سے براڈ کاسٹ کر سکتے ہیں لیکن امریکہ اتنا مہنگا ہے کہ ابتدائی سرمایہ بھی اس کے لئے زیادہ چاہئے اور اس پر روز مرّہ کا خرچ بھی بہت زیادہ ہوگا اور اِس وقت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی اِس روحانی جماعت کی مالی حالت ایسی اچھی نہیں کہ ہم ایسا کر سکیں یعنی میدان تو کھلا ہے لیکن ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔

دوسرے نمبر پر افریقہ کے ممالک ہیں نائیجیریا، غانا اور لائبیریا سے بعض دوست یہاں

جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے تھے غانا والوں سے تو مَیں نے اس کے متعلق بات نہیں کی لیکن باقی دونوں بھائیوں سے مَیں نے بات کی تو انہوں نے آپس میں یہ بات شروع کر دی کہ ہمارے ملک میں یہ لگنا چاہئے اور وہاں اجازت مل جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ گو پتہ تو کوشش کرنے کے بعد ہی لگے گا کہ کہاں اس کی اجازت ملتی ہے لیکن ان ممالک میں سے کسی نہ کسی ملک میں اس کی اجازت مل جائے گی اور چونکہ ہماری طرح یہ ملک بھی غریب ہیں اِس لئے زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہوگی شروع میں میرا خیال تھا کہ صرف پروگرام بنا کر اناؤنس کرنے والے ہی ہمیں دس پندرہ چاہئیں پہلے مرحلے میں چاہئے کہ یورپ اور مشرقِ وسطی کی زبانوں میں پروگرام نشر کیا جاسکے اِسی طرح عرب ممالک اور پھر ٹرکی، ایران، پاکستان اور ہندوستان سب اس کے احاطہ میں آ جائیں گے، انشاء اللہ۔

جہاں تک پیسے کا سوال ہے میرے دماغ نے اس کے متعلق اِس لئے نہیں سوچا کہ مجھے پتہ ہی نہیں کہ اس کے لئے کتنے پیسے چاہئیں لیکن جہاں تک اِس بات کا سوال ہے کہ ’’کتنے پیسے چاہئیں‘‘ کے متعلق دریافت کیا جائے تو اس کے متعلق مَیں نے انتظام کر دیا ہے۔ جلسہ پر بعض دوست بیرونی ممالک سے آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک دوست کینیڈا سے آئے ہوئے تھے وہ وہاں ٹیلی ویژن میں کام کرتے ہیں مَیں نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہاں جا کر فوری طور پر اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کریں۔

پاکستان میں اس اسٹیشن کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ ہمارا قانون ایسا ہے کہ یہاں کسی پرائیویٹ ادارہ کو ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت نہیں لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں جیسے امریکہ اور بعض ایسے ممالک ہیں جن میں گویا قانونی پابندی تو ہے لیکن اس کی اجازت آسانی اور سہولت کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے مغربی افریقہ کے ممالک میں سے نائیجیریا، گیمبیا، غانا یا سیرالیون ہیں اُمید ہے کہ ان ممالک میں سے کسی ایک ملک میں ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

اِس وقت دُنیا کے دلوں کا کیا حال ہے اس کا علم نہ تو صحیح طور پر مجھے ہے اور نہ آپ کو ہے لیکن میرے دل میں جو خواہش اور تڑپ پیدا کی گئی ہے اس سے مَیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ

اللہ کے علم غیب میں دُنیا کے دل کی یہ کیفیت ہے کہ اگر اللہ اور اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے کانوں تک پہنچایا جائے تو وہ سُنیں گے اور غور کریں گے ورنہ یہ خواہش میرے دل میں پیدا ہی نہ کی جاتی۔ دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان جلدی پیدا کر دے دل تو یہی چاہتا ہے کہ اسی سال کے اندر اندر یہ کام ہو جائے لیکن ہر چیز ایک وقت چاہتی ہے بہر حال جب بھی خدا چاہے یہ کام جلد سے جلد ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں کہ یہ کام ہو گیا ہے اور ہمارے کان چوبیس گھنٹے عربی میں اور انگریزی میں اور جرمن میں اور فرانسیسی میں اور اُردو وغیرہ وغیرہ میں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سُننے والے ہوں گانا وغیرہ بدمزگی پیدا نہ کر رہا ہو اور اسی طرح کی اور فضولیات بھی بیچ میں نہ ہوں ''علم'' اسلام کا ورثہ ہے کِسی اور کا نہیں اس لئے علمی باتیں تو وہاں ہوں گی مثلاً (ایگری کلچر AGRICULTURE) زراعت کے متعلق ہم بولیں گے اسی طرح دوسرے علوم ہیں ان کے متعلق بھی ہم بولیں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ تمام علوم سے خادمانہ کام لے سکے سارے علوم ہی ہمارے خادم ہیں۔ آج کا فلسفہ بھی ہمارا خادم ہے آج کی سائنس بھی ہماری خادم ہے آج کی تاریخ کے اصول بھی ہمارے خادم ہیں۔ جب یہ غلطی کریں گے تو ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے اور خادم سے یہی سلوک کیا جاتا ہے اور اس وقت وہ غلطی کر رہے ہیں اور ہمارا ہاتھ ان کی طرف نہیں بڑھ رہا حالانکہ ہمارا فرض تھا اور ہمارا حق بھی ہے کہ ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور کہیں کہ اے ہمارے خادم یہ تو کیا کر رہا ہے (یعنی اس کی تصحیح کریں) بہر حال سب علوم ہمارے خادم ہیں اور ہم ان خادموں سے بھی خدمت لیں گے اور اس طرح سب علوم کی باتیں آجائیں گی فلسفہ کی غلطیاں بھی ہم نکالیں گے (ایگریکلچر AGRICULTURE) زراعت کے متعلق بھی ہم لوگوں کو کہیں گے کہ یہ یہ کام کرو تا دُنیا میں بھی خوشحالی تمہیں نصیب ہو۔

انشاء اللہ یہ کام تو ہم کریں گے لیکن گانے اور ڈرامے اور اس قسم کی دوسری جھوٹی باتیں وہاں نہیں ہوں گی اور اس طرح ایک ریڈیو دُنیا میں ایسا ہوگا جہاں اس قسم کی کوئی لغو بات نہیں ہوگی اور شاید بعض لوگ اس ریڈیو اسٹیشن کو هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:۴) کہنا شروع کر دیں۔

غرض میرے دِل میں یہ دوخواہشیں پیدا ہوئی ہیں ان کے لئے آپ بھی دُعا کریں اور مَیں بھی دُعا کررہا ہوں۔ انسان بڑا ہی عاجز اور کمزور ہے اور ہر نئی بات جو دل میں ڈالی جاتی ہے وہ ہمارے ضعف اور عاجزی کو اَور بھی نمایاں کر کے ہمارے سامنے لے آتی ہے اور پہلے سے بھی زیادہ انسان اپنے رب کے حضور جُھک جاتا ہے اور اپنی کم مائیگی کا اقرار کرتا ہے اور ہر قسم کی طاقتوں کا اُسے سرچشمہ اور منبع قرار دے کر اور اُس کی حمد وثناء کرتے ہوئے اس سے یہ بھیک مانگتا ہے کہ اے میرے رب تُو نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اس کے کرنے کی تُو مجھے توفیق دے اور اس کے لئے اسباب مہیا کر دے۔ آپ بھی دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں چیزیں ہمیں عطا کر دے اور ان دونوں میں ساری دُنیا کے لئے بہت سی برکتوں کا سامان پیدا کر دے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱؍ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۲ تا ۸)